بسم اللہ الرحمن الرحیم

اصلاح

نمبر | بابت ماہ صفر سنہ ۱۳۳۳ ہجری | جلد ۱۸

شہادتِ امام حسینؑ اور ایک جرمنی عالم کی رائے

منقول از اخبار مشرق گورکھپور مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۱۴ء

تو نے سر دے کے کیا دین کا سکّہ جاری
اللہ اللہ چہ عجب رتبۂ عالی داری

آج جبکہ دنیا میں ہوائی جہازوں تلواروں اور توپوں کی گرج سے ایشیا یورپ افریقہ اور امریکہ تک گونج رہے ہیں آج جبکہ لاکھوں آدمیوں کے خون سے سمندر اور ہزاروں دشت دکوہسار خون کی تماشہ گاہ بن رہے ہیں اور جبکہ تمام عالم میں حب الوطنی۔ جان نثاری اور قربانی کرنے کا ولولہ ہر شخص میں گرم ہے تو یہ کوئی تعجب خیز امر نہیں ہے کہ ہماری نظریں دنیا کے ایک ایسے بزرگ کیطرف اٹھیں جہاں آج کے بہت پہلے حب الوطنی۔ جان نثاری۔ قربانی اور قومی غیرت کا مقدس و معظم نمونہ نمایاں ہو چکا ہے۔ گو کہ ہزاروں ماضیت اور تاریخی انقلابات اسوقت سے اسوقت تک حائل ہیں لیکن اسکی انتہائی حمیت و غیرت اور حق پرستی ہر قوم سے داد طلب کیے بغیر نہیں رہی۔ فطرت انسانی کا قاعدہ ہے کہ وہ اپنے مشابہ اور ہمرنگ واقعات کو یاد کرتی ہے بہادروں کی بہادری سے بہادر یاد آتے ہیں۔ جان نثاروں کی جان نثاری سے جان نثار یاد آتے ہیں اور سر فروشوں کی سنجیدہ دشمنی سے سر فروش یاد آتے ہیں۔ اسی لیے اسوقت کی جانبازانہ جنگ اور دل ہلا دینے والی انسانی قربانی سے یہ بات تازہ ہو سکتی ہے کہ اس سے پہلے

خدا کا ایک پاک بندہ محض خدا کی راہ مین اپنے آپ کو ذبح کرا چکا ہے ممکن نہین کہ جب حمیت اور غیرت کے مست و بیخود کرنے والے ترانے چھڑے ہوے ہون اُنھین سنکر حمیت و غیرت کے کارنامے یاد نہ آجائین خاصکر اسلیے کہ دنیا بہادری اور سرفروشی کا فیصلہ کرنے کے لیے بہت سے خونی تماشے دیکھ رہی ہے۔ اسلیے کہ کوئی ایسا متنفس نہین پایا جاتا جسکی سرفروشی اور بہادری پر تمام مورخون کا اتفاق ہو۔ مگر وہ کربلا کے فاتح شہید کی ذات اقدس ہے جسپر تمام لوگون کا اتفاق ہے۔ دنیا مین صرف وہی لوگ فاتح نہین مانے جاتے جو بہت سے زیادہ آدمیون کا خون بہا کر کسی قوم اور ملک پر قبضہ کرتے ہین۔ بلکہ فاتح اُس کو بھی کہتے ہین جو اپنی جان کو دیکر کسی معرفت اور اصول کے لیے ہمیشہ کے واسطے روشنی کا ایک منیار یا فولاد کا ایک کوہ بنکر صفحۂ تاریخ پر قائم ہوتا ہے۔ کامیابیان کئی قسم کی ہوا کرتی ہین۔ مگر سب سے زیادہ روشن کامیابی وہ ہوتی ہے جو کسی امر حق کی راہ مین نصیب ہوتی ہے اس راہ مین اگر فنا بھی ہو جاے تو اُس فنا کو بقا سمجھتے ہین۔ کربلا کے شہید اعظم کو فاتح کہتے ہین۔ کیونکہ اصل فتح ناحق کوشون کے بالمقابل انھین کو ہوئی۔ مورخین عالم اس واقعہ پر طرح طرح کے پہلو سے بحث کر چکے ہین۔ لیکن تازہ ترین تحقیقات ایک جرمن فاضل اجل نے کی ہی جو کتاب کی صورت مین شایع ہو چکی ہے اسکا تھوڑا سا ترجمہ مولوی صلاح الدین خدا بخش خان نے انگریزی مین کیا ہے۔ جسطرح جرمن اور فنون مین دنیا مین کسی قوم سے کم نہین ہین اُسی طرح علم اور تحقیقات قدیم و جدید مین بھی بہت شہرت حاصل کر چکے ہین۔ جرمنی مین بڑے بڑے کتبخانہ عربی فارسی اور سنسکرت کے موجود ہین اور وہان ان زبانون کے عالم بکثرت موجود ہین جس مورخ نے مسئلہ شہادت کربلا پر محققانہ نظر ڈالی ہے۔ اُس سے عربی لاطینی اور فارسی علمی ذخیرون سے ایسے اچھے اقتباسات کیے ہین کہ پڑھنے والا اسکی محنت کی تعریف کرے گا۔ پہلا سوال اُسنے یہ کیا ہے کہ کیا حضرت امام حسین علیہ السلام میدان کربلا مین ملک گیری اور حکمرانی کے لیے لڑ رہے تھے۔ اس سوال پر اُس نے

تاریخی اور قومی کارناموں کے حوالے سے دلچسپ بحث کی ہے کہ ہم اسکی مثال کسی اور دوسری جگہ نہیں پاتے ۔ وہ لکھتا ہی کہ حضرت حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام صرف بنی ہاشم کے افراد سے تعلق نہیں رکھتے تھے بلکہ اپنے عہد میں تمام عرب میں اور اسکے نواح میں اپنی عالی نسبی اپنی ذاتی علمی قابلیت اور اپنے زہد و تقوی کی وجہ سے نہایت مشہور اور ممتاز تھے۔ دنیا کا قاعدہ ہی کہ وہ پاک نفوس کی طرف بڑھتی ہے۔ کوئی سلطنت قائم کرنا چاہتے تو بہت پہلے ایسا کرنے میں کامیاب ہو جاتے لیکن حضرت امام حسن علیہ السلام نے جب دیکھا کہ بنی ہاشم کے قدیم دشمن میری مخالفت پر تلے ہیں تو انھوں نے دشمنوں کے دل سے یہ شبہہ مٹانے کے لیے کہ کسی وقت میں حسن حکمران بن بیٹھے سب سے پہلے خلافت اور حکومت وغیرہ سے دست کش ہونے کا باضابطہ معاہدہ لکھدیا۔ افسوس ہے کہ اسپر بھی بنی ہاشم کے دشمن قانع نہ رہے اور سات بار امام مقدس کو زہر دیا اسکے علاوہ جرمن مورخ نے اس عہد کی مذہبی اور اخلاقی حالت دکھلاکر ثابت کیا ہے اسوقت مسلمانوں میں دنیا پرستی اور وجاہت پرستی آچلی تھی۔ اس سے اسنے واضح کردیا ہی کہ دونوں اماموں کیساتھ جو کچھ بھی برا سلوک ہوا ہو وہ تعجب کی بات نہیں ۔ اب یہ امر کہ حضرت امام حسین علیہ السلام میدان کربلا میں ملک گیری کی ہوس میں لڑ رہے تھے یا نہیں ۔ اس سے صاف ہو جاتا ہے کہ اگر وہ اس خیال کے ہوتے تو واقعہ کربلا کے کہیں پہلے کسی نہ کسی قبیلے پر چڑھ دوڑتے مگر کسی تاریخ سے آپکی ذات خاص کا حملہ آور ہونا ثابت نہیں ہوتا اگر ہم بلا تعصب اس زمانہ کی حالات اور واقعات پر نظر ڈالیں گے تو معلوم ہو جائے گا کہ اسوقت دنیا پرست اور دولت پرست مسلمانوں میں حکومت کی بو آگئی تھی اور امام مظلوم کی ہستی انکی نظروں میں کھٹک رہی تھی وہ اپنے خیال میں سمجھتے تھے کہ ہماری کوششوں میں حریفانہ رکاوٹ ڈالنے والا حسین ہی اگرچہ خود اس مقدس شخص نے کبھی اپنے کسی فعل سے ایسا خیال کرنے کا موقع نہیں دیا مگر جس طرح تاریکی کو روشنی سے خوف رہتا ہی اسی طرح دنیا کے ظالموں اور غاصبوں کو مقدس اور معظم نفوس سے کھٹکا

لگا رہتا ہے افسوس ہی کہ اس دھوکے مین بہشت سے پاک خدا کے نبی سے ذبح کر ڈالے گئے
اسی دھوکے مین یہودیون نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھایا تھا اور
اسی دھوکے مین حضرت ذکریا کو آرے پر کھینچوایا تھا۔ دوسرا سوال اُسنے یہ قائم کیا ہی
کہ کیا حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے دشمنون سے ذاتی اغراض اور انتقام کے لیے
لڑ رہے تھے۔ اسی بحث مین جسمین مورخ نے نہایت دلچسپ اور فلسفیانہ بحث کی ہے وہ
لکھتا ہی کہ امام مظلوم کی زندگی کا وہ حصہ جو واقعہ کربلا کے پہلے گذرا ہے عام طور سے عرب کے
حالات اور واقعات مین محفوظ ہے اُسپر نظر ڈالنے سے یہ بات روشن ہے کہ اس قدسی نفس
نے کبھی بنی ہاشم کے دشمنون کے بدلہ لینے کی کوشش نہین کی۔ انتقام کی آگ صرف
اُسی شخص مین بھڑک سکتی ہے جو کسی معاملہ مین کسی سے شکست کھا چکا ہو اور اس شکست
اور ذلت دفع کرنے کے لیے اُسے رہ رہ کے خیال آتا ہے مگر خود مخالفین کا یہ قول
مسلم ہے کہ آپنے میدان کربلا مین بار بار عاجزی سے فرمایا تھا مجھے دنیا کے کسی سمت
اپنے رفقا کے ساتھ نکل جانے دو اور اگر اسپر بھی نہین راضی ہو تو آؤ ہم تم مناظرہ کرلین جو
جو حق پر ہو وہ فاتح سمجھا جائے اور جو حق پر نہو تو اسکی شکست مشتہر کیجائے" کیا یہ واقعہ کسی شخص کے جوش انتقام کو ظاہر
کرتا ہے۔ کیا اس سلجھی ہوئی تقریر سے کسی کے غصے اور حرارت کا پتہ چلتا ہے۔ کبھی نہین
اور ہرگز نہین۔ اب ہم مورخ کے اس بیان کی تعریف کرتے ہین اور اس سوال کے جواب
مین جو اُسنے آخری الفاظ لکھے ہین اُسکو پیش کرتے ہین وہ لکھتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام
صرف ایک عابد و زاہد شخص نہین تھے بلکہ وہ امانتین اور ذمہ داریان بھی مستور تھین جو
عرب کے پیغمبر اعظم مین ودیعت کی گئی تھین جس طرح اس اولوالعزم نبی کو خیال تھا کہ
مسلمان قبیلے اور کنبون کے جھگڑون سے دور رہین اسیطرح آپکے نواسون مین بھی اس
بات کا احساس تھا اور ذمہ داری اس امر سے نہایت درجہ ثابت ہوتی ہے کہ میدان
کربلا مین امام مظلوم نے تمام تدبیرون سے تھک کر یہ ظاہر کرنا شروع کیا کہ لوگو یاد کرو مین
کون ہون اور کسکا بیٹا ہون اور کسکا نواسہ ہون اور نہ صرف وہ حسب و نسب کا ذکر کیا بلکہ اپنے علم
فضل اور آخرت کے اسرار بھی بیان فرمائے۔ کیا اس سے یہ نہین ظاہر ہوتا کہ امام مظلوم کو

اپنی ذمہ داریون کا پورا لحاظ تھا۔ کیا ان واقعات سے کہین بھی انتقام کی بو پائی جاتی
ہے تیسرا سوال اور نہایت معنی خیز سوال مورخ موصوف نے یہ کیا ہی کہ کیا حضرت امام حسین ع
کسی عنوان شایستہ سے اس خونریز جنگ کو اوپر اوپر ٹال سکتے تھے۔ وہ لکھتا ہی کہ یورپ
کے بعض اہل قلم مظلوم امام پر ناتجربہ کاری اور بلا وجہ کی خون ریزی کا الزام لگاتے ہین
اور اس الزام دہی مین یہان تک بڑھ گئے ہین کہ بلاخوف تردید تمام واقعہ کا ذمہ دار امام معظم
ہی کو ٹھہرایا ہے۔ بلکہ یہان تک آزادی سے کام لیکر لکھ گئے ہین کہ اگر امام مظلوم بغیر لڑے
ہوے یزید کے پاس چلے جاتے تو تمام شر و فساد رفع ہو جاتا کیونکہ اُنکے پندار تمکنت کی
اپنے خیالی حریف کے آجانے سے تسکین ہو جاتی اس اعتراض کو مورخ مذکور نے بڑی
قابلیت سے رد کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ قوم عرب کے خصائل اور عادت تمام دنیا سے نرالی
تھے وہ لوگ اپنے ایام جاہلیت مین بھی اپنی مہمان نوازی حمیت و غیرت مین مشہور تھے
قوم عرب اس درجہ غیور تھی کہ وہ کسی حالت مین اپنے قبیلہ اور اپنے خاندان کے روایات
اور حکایات کو ترک کرنا نہین چاہتی تھی وہان کے ایک شاعر کا قصہ یون کتابون مین لکھا
ہے کہ وہ کسی جنگل مین ڈاکوون سے گھر گیا تھا اور جب وہ اپنی جان بچا کر بھاگنا چاہتا تھا
کہ ڈاکوون مین سے ایک نے بلند آواز سے پکار کر ایک شعر پڑھا جسمین اس نے اس خیال کو
نظم کیا تھا کہ میدان مین دشمن سے لڑنا ہمارے لڑکون کا کھیل ہے اور مرنا یا مارنا ہماری
بازی کا پہلا قدم ہے۔ غرض جب اس شاعر نے یہ سنا تو وہ پلٹ پڑا اور گھسنے لڑکر اپنی جان
دیدی اسی طرح کے بہت سے واقعات ہوے ہین۔ ایسی غیور اور بہادر قوم کے افضل ترین
قبیلے سے کیا ہم امید کر سکتے ہین کہ وہ میدان کارزار سے محض جان بچانے کیلیے
بھاگ کھڑا ہوگا۔ کبھی نہین اور ہرگز نہین۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے چاہا کہ
مخالفین انھین یزید تک لیچلین تاکہ اتمام حجت ہو جاے لیکن یزیدیون نے اصرار کیا کہ
بغیر یزید کے نام پر بیعت لیے ہوے آپکا ایک قدم بھی ہم لوگ اسکی جانب نہ بڑھنے دینگے
اسلیے آپنے مجبور ہو کر رفقا کو سمجھایا کہ تم لوگ چلے جاؤ مین اکیلے ان لوگون سے نپٹ لونگا
ہان جیسی غیور اور باحمیت لوگون سے امید ہو سکتی تھی ویسے ہی ظہور ہوا اگر کسی نے بھی

آپ کا ساتھ چھوڑنا گوارا نہین کیا حتیٰ کہ عورتون نے بھی آپکا ساتھ چھوڑنا کسی طرح منظور نہ کیا۔ اب بات اصول حق پرستی کی آ گئی ہے۔ امام مظلوم دیکھ رہے ہین کہ ایک دنیا امارت اور حکومت کی پرستش مین خدائے واحد کی بادشاہت کو اپنے جور اور ظلم سے تباہ کرنے کی فکر مین ہے اور حق و ناحق کی فتح یا شرمندگی کی گھڑی آ پہونچی ہے امام مظلوم سمجھ رہے ہین کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حق کے لیے آگ مین جانا پڑا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھنا پڑا اُسی طرح آج مجھے بھی جان دینا ہے لہذا اُنھون نے ٹھان لی کہ مین اپنے خون سے اسلام کی کھیتی کو سینچون گا۔ بہر حال حضرت امام حسین علیہ السلام نے کوئی دقیقہ اس شر و فساد کے روکنے کے لیے اُٹھا نہین رکھا۔ اگر انھون نے بیعت کر لی ہوتی تو خاندان رسالت ہمیشہ کے لیے ذلیل ہو جاتا اور بنی ہاشم کی بزرگی خاک مین ملجاتی۔ اگر مظلوم امام نے یزیدیون کو اپنا ساتھی مان لیا ہوتا تو پھر اسلام کا ساتھی کوئی نہ رہتا یعنی تکمیل رسالت عرب کی پیغمبر اعظم پر ہوئی۔ اور تکمیل جان بازی امام مقدس کی ذات پر ختم ہوئی۔ اسکے بعد مورخ جرمنی نے یہ سوال کیا ہے کہ کیا حضرت امام حسین علیہ السلام اپنی جماعت کو لڑنے سے نہین روک سکتے تھے۔ اسکے جواب مین وہ صرف یہ کہتا ہے کہ اُنکی جماعت بہت تھوڑی تھی وہ کسی حال مین اپنے امام کو نہ چھوڑ سکتی تھی۔ زیادہ تر خود اُنھین کے خاندان کے لوگ تھے جو پہلے ہی سے دشمنون کی نظر مین کھٹک رہے تھے یہانتک کہ بعض چھوٹے بچون کو بھی دشمنون نے فنا کیا ایک فرد کو بھی زندہ رکھنا نہین چاہتے تھے۔ پانچوان سوال تمام کتاب کی جان ہے وہ پوچھتا ہے کہ کیا حسین کی لڑائی خدا کے لیے تھی وہ کہتا ہے کہ مین اس سوال کا جواب پوری طرح نہین دے سکتا مین بس اسقدر کہنا چاہتا ہون کہ اگر واقعہ شہادت اسلام کی تاریخ مین نہوتا تو غیر مسلم دنیا کو اسلام کی تاریخ اور اسلام کی حقانیت سے دلچسپی نہوتی ایک شخص یکہ و تنہا بالکے چٹیل میدان مین کھڑا ہے تھوڑے سے رفقا اُسکے ساتھ ہین زمین و آسمان تک اسوقت کسی آنے والے طوفان کے لیے ساکت ہین اور تمام انسانی

ہمدردی کی اعانت کا چشمہ بند ہے ایک انسان اور محض انسان ایسی حالت مین بہت آسانی سے ایک ذراسی بات مان لینے سے اپنی جان بچا سکتا ہے لیکن وہ دنیا کی ناپائدار زندگی کو نہایت حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے وہ اس میدان مین مرجانے کو حیات جاوید سے بہتر جانتا ہے اسکے آگے خدا کا وہ کلام پیش پیش ہے جس مین خدائے برتر فرماتا ہی کہ جو لوگ ہماری راہ مین مارے جاتے ہین وہ مرتے نہین ہین اور وہ زندہ رہتے ہین یعنی اُنکی زندگی ایکدوسرے شکل مین بدلجاتی ہی۔ اس ربانی کلام پر دل و جان سے یقین کامل کرکے خدا کا مظلوم اور مجبور بندہ سر نیاز خم کرتا ہی۔ وہ جانتا ہی کہ میرے مخالفین زیادہ سے زیادہ میری جان طلب کرینگے اور مجھ سے اپنی خیال کے موافق بیعت لینا چاہینگے لیکن یہ جنگ کثرت افواج کی نہین ہی بلکہ اصولاً در حق کی ہی اسی حالت مین وہ شخص سمجھ رہا ہی کہ حق پرستی اور غیرت اور حمیت کا تقاضا صرف یہی نہین ہے کہ زبانسے اُسکا دعوی کیا جائے بلکہ قول کو فعل مین بدلنے کی ضرورت ہی اسلیے بغیر دنیاوی طمع کے یہ شخص تسلیم و رضا کی راہ مین اپنی جان نذر کرتا ہی تاکہ خدا کا کلام سچا ہو اور اُسکی مخلوق کے درمیان سے سچائی اور روشنی نہ مٹنے پائے۔ جرمن کا مورخ اسجگہ نہایت جوش کے ساتھ لکھتا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اگر چاہتے تو یزید کی ماتحتی مین رہکر کسی بڑی جگہ کے گورنر بن جاتے لیکن اُنھین دنیا کی حکومت سے سخت نفرت تھی۔ جو روحانی حکومت اور جو سلسلہ باطنی معرفت کا ان بزرگون کے دم سے قائم تھا اُسکی بلندی نے دنیا کی حکومت کو ہیچ کردیا تھا اس وجہ سے یزید کی بیعت کرنا کسی حال مین گوارا نہ کیا۔ اگر حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے آبا و اجداد کے کارنامون کو مٹا کر اُس زمانہ کی دنیا پرستی مین آجاتے تو یقیناً دنیاوی لحاظ سے اُنھین کوئی تکلیف نہ پہونچتی لیکن جو شخص دنیا کی حقیقت سے واقف ہو اور خدا کی حکمت اور قدرت کا قائل ہو وہ کبھی دنیا کی عارضی زندگی کو عقبی کی ترجیح نہین دیسکتا آخر مین جس نکتہ پر تمام بحث کا خاتمہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ اگر واقعہ شہادت کو یہ عظمت و شہرت نہ پہونچائے جو اقوام عالم مین حاصل ہی تو کیا اس سے بنی نوع انسان پر کوئی اخلاقی جرم عائد ہو سکتا ہی۔ اس سلسلے مین وہ کارلائل کی کتاب ہیرو اور ہیرو ورشپ سے

انتخاب کرے یہ دکھاتا ہی کہ بہادرانہ کارنامے محض ایک قوم یا ایک ملک تک محدود نہین رہتے بلکہ تمام انسانی برادری کی میراث اور ملکیت ہو جاتے ہین انکی وجہ سے آیندہ نسلون مین سلسلہ شجاعت اور استقامت کا باقی رہتا ہی اس لحاظ سے واقعہ شہادت پر جسقدر غور اور فکر کیا جائیگا اُسی قدر اسکے اعلی اور عمیق مطالب روشن ہو جائینگے دنیا مین موجودہ جنگ سے کوئی خونریز جنگ نہین ہوئی۔ لیکن مظالم ۔ بے رحمیان ۔ اور ناانصافیان جس حد تک واقعہ کربلا مین ہوئین اُنکا عشر عشیر بھی کبھی کسی معرکہ مین نہین ہوا۔ یہ ہوتا رہا ہے کہ آدمی زیادہ مارے گئے ہین یہ دیکھا گیا ہے کہ خون زیادہ بہا ہے لیکن یہ کبھی نہین دیکھا گیا کہ دل اور روح کے پاک اور عزیز ترین جذبات کے ساتھ ایسی بے رحمی جیسی کہ کربلا مین ہوئی واقع ہوئی ہو ہٹ دھرمی نا انصافی جور ظلم اور ہر طرح کی سختی جو اس میدان مین مظلومین کے ساتھ برتی گئی اُسکی دوسری مثال کہین نہین ملتی۔ آج قومون اور ملکون کے تشدد اور ظلم کا رونا رویا جاتا ہی آج توپ و تلوار سے بہادرون کی قسمت کا فیصلہ ہونے والا ہی اور آج دنیا بہت جلد دیکھنے والی ہی کہ کون حق پر ہے ایسی حالت مین انصاف سفارش کر رہا ہے کہ مظلومین کربلا کی بہادری اور حق پرستی کو پہلے دیکھ لے اور تب اسکے بعد کوئی فیصلہ کرے اچھا آؤ ہم دیکھین کہ واقعہ کربلا سے ہمین کیا سبق حاصل ہوتا ہے سب سے بڑا سبق یہ ہی کہ فاتحان کربلا کو خدا کا کامل یقین تھا اور وہ اپنی آنکھون سے اس دنیا سے اچھی دنیا کو دیکھ رہے تھے اسکے علاوہ قومی غیرت اور حمیت کا بہترین سبق ملتا ہے جو کسی اور تاریخ سے نہین ملتا اور ایک نتیجہ بھی حاصل ہوتا ہے وہ یہ کہ جب دنیا مین معصیت اور غضب وغیرہ بہت ہو جاتا ہی تو خدا کا قانون قربانی مانگتا ہے اسکے بعد تمام راہین صاف ہو جاتی ہین غرض مورخ جرمن نے اس مسئلہ پر عجیب و غریب فلسفیانہ بحث کی ہے اگر ناظرین پسند کرینگے تو ہم آیندہ بھی اسکے اقتباسات سے فائدہ پہونچانیکی کوشش کرینگے

شاہ محمد نذیر ہاشمی

اصلاح۔ ایک مشرق ہی ایسا اخبار ہی جو اسلامی رنگ پر ابھی تک چلا جاتا ہے ورنہ آج کل تو خارجیت کی ایسی ہوا چل رہی ہی کہ ماہ محرم کا تذکرہ بھی حرام سمجھا جاتا ہی خدا کرے کہ شاہ محمد نذیر صاحب اس قسم کے مضامین سے قوم کو ہمیشہ ممنون کیا کرین۔